تاریخ ابن کثیر کی اہمیت

ڈاکٹر محمد اکبر ملک

امام المفسرین عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری الدمشقی الشافعی (۷۰۱۔۷۷۴ھ) ان آئمہ کبار میں سے ہیں جن کی نادر تصانیف کی بدولت اسلامی علوم زندۂ جاوید رہیں گے۔[۱] *البدایہ والنہایہ* آپ کی شہرہ آفاق کتاب ہے جو عموماً *تاریخ ابن کثیر* کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب قاہرہ، بیروت اور ریاض سے ۱۴ جلدوں میں کئی بار شائع ہو چکی ہے۔ یہ تخلیق کائنات کی ابتداء سے ۷۶۷ھ تک کے حالات پر مشتمل ہے۔[۲] لیکن ابن کثیر نے ۷۳۸ھ تک حالات خود لکھے ہیں،[۳] اس کے بعد کے ۲۹ سال کے حالات ان کے کسی شاگرد کے قلم سے ہیں۔[۴]

کتاب کی ترتیب اور مضامین

مصنف نے اس کتاب میں ابتدائے آفرینش سے ہجرت نبوی ﷺ تک جملہ واقعات ترتیب زمانی کے لحاظ سے ایک ہی جگہ بیان کئے ہیں۔ ہجرت کے بعد سے آٹھویں صدی ہجری تک حالات اور واقعات سن وار بیان کئے ہیں اور ہر سال کے واقعات کو متنوع ضمنی فصول یا ذیلی عنوانات کے تابع کر دیا ہے۔ دن اور مہینے کا تذکرہ، آغاز اسلام، عہد بنوامیہ اور بنوعباس میں شاذ و نادر ہی ملتا ہے، البتہ عہد مملوک کے طویل بیان میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ آپ نے ہر سن کے مشہور اور اہم ترین واقعات مفصل بیان کیے ہیں۔ پھر آخر میں مشہور حوادث اور فوت شدہ شخصیات کا ذکر خلاصہ کے طور پر کیا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب کے مضامین و مباحث کی اجمالی فہرست حسب ذیل ہے:

پہلی جلد میں تخلیق عالم، آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں (عرش، کرسی، لوح محفوظ، سدرۃ، سات زمینوں، سمندروں، دریاؤں، جزیروں، پہاڑوں، قوس و قزح، جنات اور شیطان وغیرہ) تخلیق آدمؑ (اور اس سلسلہ کے واقعات) ہابیل قابیل اور حضرت شیثؑ، حضرت ادریسؑ اور حضرت نوحؑ کے بعد سے حضرت موسیٰؑ تک کے پیغمبروں کا ذکر ہے۔

دوسری جلد میں انبیائے بنی اسرائیل، عام قرآنی قصص (اصحاب الکہف، ذوالقرنین وغیرہ) بنی اسماعیل کے خانوادوں، زمزم اور جاہلی شعراء اور دیگر مشہور شخصیتوں کا تذکرہ ہے۔

تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلد میں آنحضور ﷺ کی حیات طیبہ کی تفصیل کے علاوہ غزوات، سرایا، ازواج مطہرات، سراری، اولاد، موالی، لونڈیوں، عام خادموں، کاتبین، مشاغل زندگی، ملبوسات، شمائل واخلاق، دلائل نبوت اور معجزات وغیرہ کا ذکر ہے۔

اس کے بعد کی جلدوں میں خلفائے راشدین، اموی، عباسی وفاطمی خلفاء اور سلاطین کی زندگی کے حالات اور ان کے عہد کے اہم واقعات اور لڑائیوں وغیرہ کی تفصیل کے علاوہ اس دور کی مشہور شخصیتوں اور ہر طبقہ کے اکابر کا بھی تذکرہ ہے۔

مآخذ

ابن کثیر نے اپنی ''تاریخ'' کے موضوع و ماخذ کی تفصیل خود مقدمہ میں تحریر کردی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ہمارا ماخذ کتاب وسنت اور وہ اخبار وآثار ہیں جو معتبر علماء اور وارثین انبیاء کے نزدیک مقبول رہے ہیں، اسرائیلیات سے ناگزیر حد تک تعرض کیا جائے گا اور ان سے صرف ایسی چیزیں لی جائیں گی جن کی اجازت خود شارع نے دی ہے، اور جو کتاب الٰہی اور سنت نبوی ﷺ کے خلاف نہ ہوں گی، وہ بھی ان مواقع پر جہاں اسرائیلیات سے کسی ایسے مختصر ومجمل امر کی تشریح ووضاحت یا کسی ایسی مبہم شئی کی تعیین ہوتی ہوگی جس کا ہماری شریعت میں تذکرہ تو ہے لیکن بے سود اور غیر مفید سمجھ کر ان کی کوئی تفصیل و تعین نہیں کی گئی ہے۔ یہ بھی محض برسبیل تذکرہ ہوگا ورنہ فی نفسہٖ نہ اس کی ضرورت ہے اور نہ ان کو قابل اعتماد سمجھ کر ایسا کیا جائے گا۔ ہمارا دارومدار صرف خدا کی کتاب یا ان حدیثوں پر ہو جن کا حسن وصحیح ہونا ثابت ہے، ضعیف روایات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔[5]

علامہ موصوف بلند پایہ محقق اور کثیر التصانیف تھے۔ انہوں نے ''تاریخ'' کی ترتیب وتدوین میں پوری تلاش وتحقیق سے کام لیا ہے اور اپنے علمی مزاج اور شخصیت کے مطابق قرآنی آیات، مشہور تفاسیر اور سابقہ الہامی کتابوں[6] کے علاوہ حدیث کے اہم مجموعوں[7] سیرت نبوی ﷺ کے اہم مصادر[8] اور معروف کتب تاریخ کو ایک طرح سے کھنگال ڈالا ہے اور ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ فن جرح وتعدیل اور رجال وتراجم کی کتابوں سے بھی بہت مدد لی ہے۔ حصہ'' تاریخ خلافت میں دیگر مآخذ کے علاوہ ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)، ابن عساکر (م ۵۷۱ھ)، ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ)، ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ)، سبط ابن الجوزی (م ۶۵۴ھ)، قطب الدین الیونینی (م ۷۴۶ھ) اور

شمس الدین الذھبی (م ۷۴۸ھ) وغیرہ سے مستفیض ہوئے ہیں۔''بدایہ'' کا اختتام دمشق کی تاریخ نگاری پر ہوتا ہے۔جس میں علم الدین البرزالی (م ۷۳۹ھ) کی تاریخ اوران کی معجم [9] سے خوب استفادہ کیا گیا ہے۔[10]

المنہج

۱۔ نقدو تبصرہ

ابن کثیر بنیادی طور پر محدث ہیں،اس لیے ان کی تاریخ میں محدثانہ انداز غالب ہے۔نقد وجرح ان کے طرز تحریر کی نمایاں خصوصیت ہے۔آپ بعض روایات اورواقعات میں عقل ودرایت اورمحاکمہ سے کام لیتے ہیں اور صحیح روایات کونکھار کرپیش کرتے ہیں۔بعض روایات کوموضوع یاضعیف قرار دیتے ہیں جبکہ غلط اور فاسدروایات کی تردید کرتے ہیں،مثلاً آسمان وزمین میں کس کی تخلیق مقدم ہے۔اس سلسلے میں ابن کثیر متعدد قرآنی آیات کی روشنی میں نہایت مدلل طریقے سے ثابت کرتے ہیں کہ زمین کوآسمان سے پہلے پیدا کیا گیا۔بعض لوگ آسمان کے پہلے پیدا کیے جانے کی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

> عن ابی ھریرةؓ قال: اخذ رسول الله بیدی فقال:خلق الله التربة یوم السبت؛ وخلق الجبال فیھا یوم الاحد، وخلق الشجر فیھا یوم الاثنین، وخلق المکروہ یوم الثلاثاء، وخلق النور یوم الاربعاء، وبث فیھا الدواب یوم الخمیس، وخلق آدم علیه السلام بعد العصر یوم الجمعة، آخر الخلق خلق فی آخر ساعة من ساعات الجمعة فیمابین العصر الی اللیل.[11]

ترجمہ: حضرت ابوھریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کرفرمایا کہ اللہ نے خاک کو ہفتہ اور میں پہاڑوں کواتواراور درختوں کوسوموار،مکروہات کومنگل اور روشنی کو بدھ کو پیدا کیا،اوراس میں جمعرات کو چوپائے پھیلائے اورآدمؑ کو جمعہ کےدن عصر کے بعد پیدا کیا،اور یہ آخری مخلوق جمعہ کے دن آخری وقت میں یعنی عصر کے بعداوررات کےآنے سے پہلے پیدا کی گئی۔

حافظ ابن کثیر تنقیدی بحث کو بروئے کارلاتے ہوئے اس روایت کی تردید کرتے ہیں،آپ فرماتے ہیں:

> لیکن علی بن مدینی،امام بخاری اوربیہقی وغیرہ ائمہ وحفاظ حدیث نے اس روایت میں کلام کیا ہے۔
> امام بخاریؒ،''تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث سے حضرت کعب سے سنا تھا۔وہ دونوں ساتھ ساتھ رہتے تھے اورحدیثوں کا باہم مذاکرہ کرتے تھے۔ایک اپنے صحیفوں سے اور دوسرا آنحضور ﷺ سے ایسی حدیثیں بیان کرتا تھا جن سے اس کی تصدیق ہوتی تھی،چنانچہ یہ

حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت کعب سے ان کے صحیفہ کے ذریعہ روایت کی ہے۔ اس میں بعض راویوں کو وہم ہوا ہے اور انہوں نے مرفوع کرنے کے لیے اخذ ''بیدی'' کا ٹکڑا لگا دیا۔ اس کے علاوہ اس روایت کے متن میں شدید غرابت ہے، وہ یہ کہ اس میں آسمانوں کے پیدا کیے جانے کا سرے سے ذکر ہی نہیں ہے، صرف زمین کے سات دنوں میں بنائے جانے کا ذکر ہے جو صراحۃً قرآن کے خلاف ہے۔۔۔۔ ان اسناد میں بھی جن کو سدی بیان کرتے ہیں، متعدد غرابتیں ہیں اور اس روایت کا اکثر حصہ اسرائیلیات سے ماخوذ ہے۔ کعب احبار حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلام لائے تھے اور حضرت عمرؓ کے سامنے اہل کتاب کے علوم بیان کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کچھ ان کی تالیف قلب اور کچھ اس لیے کہ یہ روایتیں شریعت کے مطابق ہوتی تھیں، ان کو سنا کرتے تھے۔ اور چونکہ بنی اسرائیل سے روایت کرنے کی ممانعت نہ تھی اس لیے اکثر لوگوں نے کعب احبار کی روایات کو نقل کرنا جائز سمجھا، حالانکہ ان کی اکثر روایتوں میں بڑی غلطیاں اور لغزشیں بھی ہوتی ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کعب احبار کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ گو ان لوگوں کے مقابلہ میں جو بنی اسرائیل سے روایتیں کرتے تھے، کعب زیادہ سچے ہیں، لیکن ہمیں ان کے کذب کا بھی تجربہ ہے۔[۱۲]

آنحضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے قریب ''غدیر خم'' کے مقام پر جو خطبہ دیا، اس کی دلالت میں امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت کی توثیق میں ابن کثیر، امام نسائی کی ایک روایت بیان کرتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں:

وھذا اناد جید قوی رجاله کلھم ثقات.[۱۳]

ترجمہ: اور اس حدیث کی اسناد بہت قوی ہیں۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اسی بیان میں ابن جریر طبری کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد ابن کثیر فرماتے ہیں:

وھـذا حدیث غریب، بل منکر و اسناده ضعیف، قال البخاری فی جمیل بن عمارة ھذا فیه نظر.[۱۴]

ترجمہ: یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے اور اس کی اسناد ضعیف ہے۔ بخاری نے جمیل بن عمارہ (راوی) کے بارے میں کہا ہے کہ اس میں کلام ہے۔

تلخیص اور منقولات بالمعنی

علامہ ابن کثیر کے منہج کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ عام طور پر احادیث کے علاوہ سیر و مغازی اور

تاریخ کے مواد میں نقل لفظی سے کام نہیں لیتے بلکہ اپنے سامنے ایک واقعہ سے متعلق روایات کو رکھ کر اختصار و تلخیص، حذف واضافہ، زیادتی وکمی اور تقدم و تاخیر سے کام لیتے ہوئے ان کو اپنی زبان میں ایک سیاق میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لیے عموماً ان کی اخذ کردہ روایت ان کے ماخذ سے مختلف ہوتی ہے، مثلاً بخاری کی حدیثیں جنہیں وہ قال البخاری کہہ کر نقل کرتے ہیں تو وہ حرف بہ حرف صحیح بخاری کے اس نسخے سے نہیں ملتیں جو اس وقت متداول ہے۔ یہی حال ان روایات کا ہے جو وہ **صحیح مسلم**، **مسند احمد**، **تاریخ طبری**، **دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی**، **دلائل النبوۃ للبیہقی**، **الروض الانف للسہیلی** اور **الشفاء قاضی عیاض** وغیرہ سے اخذ کرتے ہیں، مثلاً سہیلی نے **الروض الانف** میں سطیح وشق[15] کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔[16] لیکن امام ابن کثیر نے سہیلی کا حوالہ دیتے ہوئے انتہائی اختصار اور تلخیص سے ان کے بارے میں تحریر کیا ہے۔[17] آنحضور ﷺ کی رضاعت کے بارے میں ابن اسحاق کے حوالے سے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی جو روایت بیان کی ہے وہ سیرت ابن ہشام میں موجود اس روایت کی عبارت سے مختلف ہے۔[18]

علامہ ابن کثیر کی منقولات اور ان کے مآخذ میں اختلاف کے درج ذیل اسباب ہو سکتے ہیں:

(الف) آپ پختہ حافظہ کے مالک تھے۔ اس لیے آپ نے متداولہ تحریر کو نقل کرنے کی بجائے اپنے حافظہ پر اعتماد کیا اور اخذ کردہ روایات وواقعات کو مکمل خود اعتمادی کے ساتھ اپنے معنی ومفہوم میں بیان کیا۔

(ب) جن کتب کو آپ نے اپنا ماخذ بنایا ہے۔ ان کے کئی نسخے ہوں گے، لہذا ان کے باہمی اختلاف سے بھی موصوف کی منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔

(ج) امام صاحب کے سامنے تاریخ کا جو وافر مواد موجود تھا، اس سب کو زیر نظر کتاب میں ضم کرنا ناممکن تھا، لہذا مسلسل اور مربوط تاریخ نگاری کے لیے تلخیص اور اختصار ان کا ایک مستحسن اور مطلوب قدم تھا۔

اشعار سے استشہاد

علامہ ابن کثیر ادبی ذوق رکھتے تھے، لہذا وہ تاریخ میں بنیادی مصادر کے ساتھ ساتھ حسب ضرورت اشعار بھی پیش کرتے ہیں، لیکن وہ ابن ہشام کی طرح تمام روایات میں شعر نہیں لاتے بلکہ وہ بعض اشعار کو تو مختصر کر دیتے ہیں اور بعض مقامات پر طویل قصیدہ نقل کرتے ہیں۔

مصادر کی تعریف وتوصیف اور تنقید

ابن کثیر کے منہج کی ایک اور قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے کسی مصدر کو آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کیا ہے بلکہ اپنے علم وبصیرت کی روشنی میں سیاق وسباق کا لحاظ رکھتے ہوئے ان سے معلومات اور اقتباسات اخذ کئے ہیں اور بوقت ضرورت ان پر کلام کیا ہے، حسب موقع داد وتحسین سے کام لیا ہے اور بھول چوک، مغالطہ اور غلط

رائے پر سکوت اختیار نہیں کیا بلکہ متقدمین کی علمیت اور عظمت وشان کا لحاظ کئے بغیر واضح طور پر گرفت کی۔ چنانچہ ان کی تاریخ میں بیشتر ایسے مصادر نظر آتے ہیں جن کی بوقت ضرورت انہوں نے تنقید، تصحیح یا ان پر استدراک کیا ہے۔

اسرائیلیات اور غیر معتبر واقعات

ابن کثیر نے *البدایہ والنھایہ* کے آغاز میں اس بات کی وضاحت کی تھی کہ وہ اپنی کتاب میں اسرائیلیات اور بے بنیاد واقعات تحریر کرنے سے احتراز کریں گے،[18] الف لیکن وہ احاطہ وشمول کے شوق جنوں میں اپنے اس ارادے پر کاربند نہ رہ سکے اور اپنی تاریخ میں بعض عجائبات اور غیر معتبر واقعات کو بلا نقد وتبصرہ شامل کر لیا، مثلاً مذکورہ کتاب میں دلائل نبوت اور معجزات کے ضمن میں کئی روایتیں موضوع اور ضعیف نظر آتی ہیں۔ اس تساہل وتسامح کا سبب غالباً امام موصوف کی عجائب وغرائب سے دلچسپی، سابقین کی تقلید اور اپنے زمانے کے مروج اسلوب سے متاثر ہونا ہے، لیکن بحیثیت محدث، محقق اور ناقد ابن کثیر کو چاہیے تھا کہ وہ جاہلی روایات اور خرافات پر مبنی واقعات وحوادث کو نقل کرنے سے احتراز کرتے۔

بہرحال اس سقم کے باوجود ہم علامہ ابن کثیر کی اس قابل قدر کاوش کے معترف ہیں کہ انہوں نے زیر تبصرہ کتاب کی ترتیب وتشکیل میں تمام دستیاب مآخذ سے بھرپور استفادہ کر کے تحقیق وتلاش کا حق ادا کر دیا۔ موصوف کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے جرح وتعدیل کے ذریعے تاریخ میں اکثر احادیث وروایات کے معیار صحت وضعف اور درجہ استناد واعتبار کو مترشح کیا ہے۔ ان کے منہج کے اس خصوصیت کی بدولت ممدوح کتاب دیگر کتب تاریخ میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتی ہے۔

تاریخ نویسی میں ابن کثیر کا اسلوب

امام ابن کثیر کا طرز بیان نہایت سہل، لطیف اور رواں ہے جو اپنی عبارت کی وضاحت اور صحت وسلامتی کی بنا پر ممتاز نظر آتا ہے، یہ اس لیے کہ ابن کثیر عربیت میں عمدہ مہارت رکھتے تھے۔[19] موصوف بہترین علمی استعداد کے ساتھ ادبی صلاحیت سے بھی بہرہ ور تھے اور انہیں شعر وشاعری سے بھی شغف تھا۔[20] لیکن وہ کوئی پیشہ ور ادیب اور شاعر نہ تھے کہ لفظی سج دھج اور اسلوب کی زیبائی اور عبارت کی جمال آرائی میں اپنا فنی کمال ثابت کرنے پر زور دیتے۔ وہ عبارت کو خوبصورت بنانے اور مسجع الفاظ سے مزین کرنے کی بجائے معانی اور مفہوم کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔[21] ان کی علمی تحریر جان دار، پختہ، بے عیب اور فکر ومعانی سے لبریز ہے۔ اور انداز بیان تکلف اور بناوٹ سے مبرا، سادہ اور سلجھا ہوا، دلنشین اور قابل فہم ہے۔

خصوصیات

تاریخ ابن کثیر کی نمایاں خصوصیات حسب ذیل ہیں:

تحقیقی مواد

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت مواد کی وسعت اور اس کی تحقیق وتدقیق ہے۔اس کتاب کی ترتیب وتدوین میں مصف نے معتبر مراجع کو پیش نظر رکھا ہے اور غلط واقعات اور مرجوح و نا قابل اعتبار اقوال سے بچنے اور صحت روایت کے اہتمام والتزام کی حتی الامکان سعی کی ہے۔

مطول سیرت نبویؐ

ابن کثیر کی تاریخ کا تقریباً ایک تہائی حصہ سیرت رسول ﷺ پر مشتمل ہے۔[۲۲] جس کی طوالت پر بجا طور سے لوگوں کی نظریں اٹھتی ہیں اور اس کو تاریخ نگاری میں دینی اہتمام کے غلبہ کا ثمرہ تصور کیا جاتا ہے۔[۲۳] تاریخ کے اس حصہ میں مصنف کا قلم جوئے رواں کی طرح نظر آتا ہے۔واقعات کی صحت کے پورے اہتمام کے ساتھ عقیدت و احترام کا اندازہ ایک سطر سے ہوتا ہے۔موصوف نے اس مطول سیرت کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں مرتب کر کے اس موضوع پر تصنیف کا ایک منفرد طریقہ اختیار کیا جو متاخرین کے لیے مشعل راہ بنا۔آپ نے سیرت طیبہ کے بارے میں ہر اس روایت کو اکٹھا کیا ہے جو اس میدان میں ممکن تھی۔قاری اس کے مطالعے سے نہ صرف احادیث نبویؐ کے وافر ذخیرے سے مستفیض ہوتا ہے بلکہ اسے سیرت طیبہ کی وسیع اور مستند معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

جامعیت

تاریخ ابن کثیر میں اختصار اور جامعیت کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔مؤلف نے غیر ضروری چیزیں نظر انداز کر دی ہیں لیکن ضروری اور قابل ذکر تمام معلومات اس میں موجود ہیں۔

واقعات کا سن وار تذکرہ

زیر بحث کتاب میں واقعات وحالات کا تذکرہ سن وار ہے اور اس میں اس دور کے تمام مشاہیر، امراء و سلاطین اور اکابر علماء وفضلاء، مفسرین، محدثین، فقہاء، مورخین، ادباء اور شعراء وغیرہ ہر طبقہ کے لوگوں کا اس میں تذکرہ آ گیا ہے اور دنیائے اسلام کی ممتاز شخصیتوں کے حالات قلمبند ہو گئے ہیں۔

اکابرین سے عقیدت کا اظہار

ابن کثیر نے ''تاریخ'' میں بعض واقعات کی تفصیل بڑی عقیدت اور اہتمام سے لکھی ہے، مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے واقعات اور ان دونوں سے زیادہ ذوق وشوق کے ساتھ اپنے محسن و مربی استاد امام ابن تیمیہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔

مخصوص اسلامی دور کا تذکرہ

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں ساتویں ہجری کے آخر اور نصف آٹھویں صدی کے حالات کی تفصیل ہے۔ یہ زمانہ تاتاری حملوں کی وجہ سے تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس نوعیت کی بعض اور تاریخیں بھی ہیں جن میں ''کامل ابن اثیر'' زیادہ مشہور ہے لیکن اول تو وہ اتنی مفصل نہیں، دوسرے ابن اثیر کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری سے پہلے ہی ختم ہو جاتا ہے، اس لیے اس میں اس اہم دور کے واقعات نہیں ہیں۔

تلخیصات

ابن کثیر کی زیر بحث کتاب مستند تاریخ، قابل اعتماد سیرت انبیاء، احادیث و آثار کا ذخیرہ اور ارباب دانش کا ماخذ ہے۔ تاریخی، علمی اور ادبی اہمیت کے پیش نظر بعض علماء نے اس کی تلخیص اور بعض نے اس پر ذیول لکھے ہیں۔ بدرالدین محمود العینی (م ۸۵۵ھ) کی کتاب ''تاریخ البدر فی اوصاف اہل العصر'' کا اصل ماخذ یہی ہے بلکہ وہ اس کی تلخیص ہے۔[۲۴] احمد بن علی بن حجر (م ۸۵۲ھ) نے بھی اس کی تلخیص کی ہے اور محمود بن محمد بن دلشاد نے ترکی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔[۲۵] شہاب الدین بن حجی (م ۸۱۶ھ) اور الطبرانی (م ۸۳۵ھ) نے اس کے ذیول لکھے ہیں۔[۲۶] تقی الدین ابن قاضی شہبہ (م ۸۵۱ھ) نے بھی اس کا ذیل لکھا ہے۔[۲۷] اس کے مختلف قلمی اجزاء یورپ کے مختلف کتب خانوں اور کتب خانہ خدیو مصر میں موجود ہیں۔[۲۸]

تاریخ ابن کثیر کی قدر و منزلت

قدیم اور جدید مؤرخین اور علماء نے ''تاریخ ابن کثیر'' کو عظمت و تحسین کی نظروں سے دیکھا ہے اور تعریفی کلمات سے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق حمزہ نے ''المنہل الصافی لابن تغری بردی'' کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے۔ ''وھو فی غایۃ الجودۃ۔[۲۹] یعنی یہ نہایت بہترین کتاب ہے۔

''کشف الظنون'' میں ابن قاضی شہبہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

''اجود ما فیه السیرة النبویة[۳۰]''

ترجمہ: (ابن کثیر کی تاریخ) میں سب سے بہترین حصہ سیرت نبویؐ ہے۔

نامور مؤرخ علامہ سخاوی فرماتے ہیں: ''شہاب احمد بن اسماعیل الاشیطی الشافعی الواعظ (م ۸۳۵ھ) کی (سیرتٌ) پر ایک جامع کتاب ہے جس کے انہوں نے تیس جزو لکھے ہیں۔ ابن کثیر کی ''البدایہ'' میں جو کچھ ہے وہ بھی اس میں ہے اور واقدی کی مغازی اور دیگر کتابوں میں جو کچھ ہے وہ بھی۔[۳۱]

احمد الشرباصی ان الفاظ میں رطب اللسان ہیں:

"معلمته کبریٰ، مصدرا اساسیامن مصادر التاریخ الاسلامی و العربی لم یکتف ابن کثیر فیه بالروایته والسرد، بل هو یقف مواقف کثیرة للنقد والتمحیص والتجریح والتعدیل، ولا عجب فهو محدث، وهذا الکتاب مرجع جلیل لکل مؤرخ. ولکل باحث فی تاریخ العرب والمسلمین، وقداستفاد منه الکثیرون قدیماً و حدیثا"۔ [۳۲]

ترجمہ: (البدایہ والنہایہ) ایک عظیم علمی ذخیرہ ہے اور اسلامی تاریخ وعربی زبان کے بنیادی مآخذ میں سے ہے۔ ابن کثیر اس میں روایت اور عمدہ طرز بیان پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اکثر مقامات پر تحقیق ونقد اور جرح و تعدیل سے کام لیتے ہیں اور اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیوں کہ وہ محدث ہیں۔ ہر مؤرخ اور عربوں اور مسلمانوں کی تاریخ کے متعلق بحث (وتمحیص) کرنے والے ہر شخص کے لیے یہ کتاب عظیم مرجع ہے اور اکثر قدیم و جدید (مؤرخین) نے اس (کتاب) سے استفادہ کیا ہے۔

محمد ابوزہرہ مصری نے "البدایہ والنہایہ" کو "تاریخ الکبیر" کے نام سے یاد کیا ہے۔[۳۳] اور علامہ ابن کثیر کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وله مقامه فی علم السنة، والاخذ بمنهاج السلف"۔[۳۴]

ترجمہ: علم سنت اور علمائے سلف کے انداز کے مطابق مسائل کے اخذ واستنباط میں وہ اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ایچ لاؤسٹ (H-Loust) لکھتے ہیں:

ابن کثیر کی اہم تصنیف ان کی عظیم اسلامی تاریخ "البدایہ والنہایہ" ہے۔ اگر چہ پیش کردہ ادوار کے مطابق اس کے انداز بیان اور مقاصد کا اختلاف سامنے آتا ہے، تاہم یہ مملوک دور کی عظیم تاریخی کتب میں سے ایک ہے۔ "بدایہ" سیرت سے شروع ہوتی ہے جو اگر چہ متاخر (تصنیف) ہے لیکن نہایت دلچسپ ہے۔ "بدایہ" کی مقبولیت بے شمار تاریخی تصانیف سے ثابت ہے۔ بشمول ابن حجی (م۸۱۲ھ/۱۴۱۳ء) اور ابن قاضی شہبہ (م۸۵۱ھ/۱۴۴۸ء) کی تصانیف کے خصوصاً ابن حجر العسقلانی (م۸۵۲ھ/۱۴۵۸ء) کی تصانیف کے، جن کے لیے یہ بنیاد بنی۔ ابن حجر نے نہ صرف ابن کثیر بلکہ اس کے دو عظیم اساتذہ المزی اور الذھبی کی تحریروں کا تکملہ لکھا ہے۔ العینی (م۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء) بھی "بدایہ" کے ممنون ہیں۔[۳۵]

انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں یہ بیان ہے:

As a scholar, Ibn Kathir is best remembered for his 14- volum history of Islam, Al-Bidayah wa an-nihayah(The Beginning and the End), a work that utilized nearly all the available sources and is still a major source for Mamluk history.[۳۶]

ترجمہ: سکالر کی حیثیت سے ابن کثیر ۱۴ جلدوں پر مشتمل اپنی اسلامی تاریخ ''البدایہ والنھایہ'' کی وجہ سے یاد کئے جاتے ہیں۔ اس تصنیف میں تقریباً تمام دستیاب مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور اب بھی یہ تاریخ مملوک کا بڑا ماخذ ہے۔

صلاح الدین المنجد فرماتے ہیں:

وهو كتاب كبير، جمع فيه بين الحوادث والوفيات، ذكر حوادث ما قبل الهجرة معتمد اعلى النص من الكتاب والسنة، وميزبين صحيح الاخبار وسقيمها والخبر الاسرائيلى وغيره، ورتب مابعد الهجرة على السنواة.[۳۷]

ترجمہ: ''البدایہ والنہایہ'' ایک بڑی کتاب ہے۔ اس میں (ابن کثیر) نے واقعات اور وفیات کو جمع کیا ہے۔ انہوں نے ہجرت سے پہلے کے واقعات کو قرآن وسنت کی نصوص کو بنیاد بناتے ہوئے بیان کیا ہے اور صحیح و کمزور روایات اور اسرائیلی روایات کو علیحدہ علیحدہ کر دیا ہے۔ ہجرت کے بعد کے واقعات کو سنین کے حساب سے مرتب کیا ہے۔

مسعود الرحمٰن خان ندوی لکھتے ہیں:

وقد جمع ابن كثير فى السيرة اكبر قدر ممكن من المواد لا مجال للمزيد عليها من كتب السير و المغازى والتواريخ القديمة ودواوين المحدثين الكثيرة، ممازادمن قيمة هذاالقسم كثير افى تاريخه.[۳۸]

ترجمہ: ابن کثیر نے ''سیرت'' میں کتب سیر ومغازی قدیم تواریخ اور محدثین کے کثیر مجموعوں سے ممکن حد تک بہت مواد جمع کیا ہے، جس میں مزید اضافہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے ابن کثیر کی ''تاریخ'' کی قدر و قیمت میں بہت اضافہ ہوا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کے عہد تک امام ابن کثیر کی ''البدایہ والنھایہ'' دستیاب نہیں تھی، لہذا اس کتاب سے فیض یاب ہونے کی حسرت ان کے دل میں باقی رہی۔ سید سلیمان ندوی نے اپنے نامور استاد کی اس خواہش کو ان الفاظ میں

بیان کیا ہے:

بعض کتابوں کی ان کو تلاش رہی مگر ان کو نہ مل سکیں، جیسے ''البدایہ والنھایہ ابن کثیر''۔ مصنف سے اکثر حسرت کے ساتھ سنا کہ افسوس تاریخ ابن کثیر نہیں ملتی، وہ مل جاتی تو ساری مشکلیں حل ہو جاتیں، اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اب وہ چھپ کر عام ہوگئی ہے۔[۳۹]

علامہ سلیمان ندوی ''البدایہ والنھایہ'' کی عظمت وفضیلت کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ اس کی تعریف میں رطب اللسان ہیں اور محققین کو اس سے استفادہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اس کتاب (سیرۃ النبیؐ) کی تصنیف کے برسوں بعد بھی حافظ ابن کثیر کی کتاب ''البدایہ والنھایہ'' مصر سے چھپ کر آئی ہے جو سیرت پر بڑی مفصل کتاب ہے۔ اس کی چھٹی جلد میں حافظ موصوف نے معجزات نبویہ کی ہر قسم کی روایتوں کو جمع کر دیا ہے اور ان پر کلام بھی کیا ہے اور ان کی اسناد کی جرح و تعدیل بھی کی ہے۔ اہل تحقیق حضرات اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

ڈاکٹر زکریا بشیر لکھتے ہیں:

Ibn Kathir's Sirat an -Nabi, and his universal history Al-Bidaya wa an -Nihayah have received much acclaim and recognition. He was methodologically a most rigorous scholar. He gives various different chains of Isnad for the events he reports,sometimes comparing those Isnad and assessing which he regards as more reliable.[۴۱]

ترجمہ: ابن کثیر کی ''السیرۃ النبویہ'' اور تاریخ عالم ''البدایہ والنھایہ'' نے بہت مقبولیت اور قدر و منزلت حاصل کی ہے۔ وہ طریقہ تحقیق کے اعتبار سے مستند سکالر تھے۔ وہ جو واقعات بیان کرتے ہیں ان کا مختلف سلسلہ اسناد بیان کرتے ہیں۔ بعض اوقات ان اسناد کا موازنہ اور تجزیہ کرتے ہوئے اس سند کی نشاندہی کرتے ہیں جسے وہ زیادہ قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ امام موصوف کے مفصل حالات کے لیے راقم الحروف کا مضمون ملاحظہ فرمائیں، ''علامہ ابن کثیر۔ احوال و آثار''، فکر ونظر، جلد ۳۹، شمارہ ۱، ادارہ تحقیقات اسلامی، جولائی۔ ستمبر ۲۰۰۱ء۔

۲۔ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ کا ضمیمہ دو جلدوں میں تحریر کیا ہے جس میں آثار قیامت اور قیام قیامت کے بعد کے احوال پر مفصل اور مبسوط بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب نھایۃ البدایہ والنھایۃ فی الفتن والملاحم کے نام سے ۱۳۸۸ھ میں ریاض میں شیخ اسماعیل کی تحقیق سے اور ۱۹۶۸ء میں شیخ محمد فہیم ابوعبیہ کی تحقیق سے طبع ہوئی۔ ۱۹۶۹ء میں طٰہٰ محمد الزینی نے اس کتاب کو النھایۃ او الفتن والملاحم کے نام سے دارالکتب الحدیثۃ، القاہرہ سے شائع کیا۔

۳۔ اسماعیل بن عمر ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۱۴/۱۸۳، (مکتبۃ المعارف، بیروت، ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۷ء)۔

۴۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ اس کتاب میں ۷۶۷ھ تک کے حالات خود ابن کثیر نے تحریر کیے ہیں۔ ملاحظہ ہو، دائرۃ المعارف لفواد افرم البستانی، ۳/ ۴۷۷، (بیروت، ۱۹۵۶ء)۔ الاعلام للزرکلی، ۱/ ۳۱۸، مطبعۃ کوستاتسوماس وشرکاۃ القاہرہ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۷۸ھ۔

۵۔ ابن کثیر، مقدمۃ البدایۃ والنھایۃ۔

۶۔ تورات، صحف الیاس اور ارمیاء اشعیا اور حزقیل کے صحف، زبور، کتاب النبوأت اور انجیل سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۷۔ صحاح، سنن اور مسانید کے معروف مجموعوں کے علاوہ موطا امام مالک المستدرک للحاکم، معجم طبرانی اور دیگر کئی اجزاء اور شروح حدیث کی کتب سے مصنف بھرپور مستفیض ہوئے ہیں۔

۸۔ ابن اسحاق، واقدی، ابن ہشام، ابن حزم، ابن عبدالبر، قاضی عیاض اور سہیلی وغیرہ کی کتب سیرت ابن کثیر کے اہم مراجع ہیں۔

۹۔ علم الدین البرزالی کی المقتفی فی التاریخ میں تاریخ وطبقات کے علاوہ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام اور دوسرے مباحث بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ کتاب علامہ ابن کثیر کا سب سے اہم ماخذ ہے۔ موصوف نے برزالی کی دوسری تصنیف المعجم الکبیر سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔

۱۰۔ H-Laoust, ibne kathir, Article. The Encyclopaedia of Islam, vol-111, p.818, Leiden, E-J- Brill,1971.

۱۱۔ احمد بن حنبل، المسند، تحقیق: عبداللہ محمد الدرویش، ۳/ ۲۱۸، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، (الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ/۱۹۱۱ء)۔

۱۲۔ ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ، ۱/ ۱۵۔۱۸۔

۱۳۔ ایضاً۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ سطیح، ربیع بن ربیعہ بن مسعود بن عدی غسانی (م۵۲ ق ھ) اور شق بن صعب بن یشکر بن رھم الازدی (م تقریباً ۵۵ ھ) دونوں زمانہ جاہلیت میں معروف کاہن تھے۔ (الاعلام للزرکلی، ۳/ ۳۸۔۲۴۸)

۱۶۔ السہیلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ، *الروض الانف مع السیرۃ النبویہ لابن ہشام*، ۱/ ۱۸۔۲۰، (المکتبۃ الفاروقیہ ملتان، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء)۔

۱۷۔ ابن کثیر، بحوالہ سابقہ، ۲/ ۱۶۲۔

۱۸۔ ملاحظہ ہو، البدایۃ والنھایۃ، ۲/ ۲۷۳۔۲۷۵، *السیرۃ النبویۃ لابن ہشام*، ۱/ ۱۷۔۱۷۴، مطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی، (مصر، ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۶ء)، ۱۸الف۔ (الف) مضمون کے آغاز میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں۔

۱۹۔ ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، *انباء الغمر بانباء العمر*، ۱/ ۴۶، دارالکتب العلمیہ، (بیروت۔ لبنان، ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء)۔

۲۰۔ الداؤدی، محمد بن علی، *طبقات المفسرین*، ۱/ ۱۱۳، دارالکتب العلمیہ، (بیروت ۔ لبنان، الطبعۃ الاولی، ۱۴۹۳ھ/ ۱۹۸۳ء)۔

۲۱۔ ابن کثیر نے ''تاریخ'' میں بعض مقامات پر سجع بندی اور کثیر مترادفات کے استعمال سے عبارت کو مزین کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً خلیفہ عباسی مستعین باللہ کے قتل پر رونما فتنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولما تفاقم الامر، واشتد الحال، وضاق المجال، وجاع العيال، وجهد الرجال، جعل ابن طاهر يظهر ما كان كامنا فى نفسه من خلع المستعين، فجعل يعرض له ذلک ويصرح.... الخ (البداية والنهاية ۱۱/ ۹) لیکن جلد ہی موصوف تکلف اور خوشنما لفاظی پر مبنی اس قسم کے انداز کو چھوڑ کر اپنے سادہ اسلوب کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

۲۲۔ سیرت نبوی کا حصہ *البدیۃ والنھایۃ* کی دوسری جلد کے آخر سے جلد ششم کے آغاز تک پھیلا ہوا ہے۔

۲۳۔ فرانز روزنتال، علم التاریخ عند المسلمین، مترجمہ صالح احمد علی، ص۲۰۳، مکتبۃ المثنی، (بغداد، ۱۹۶۳ء)۔

۲۴۔ حاجی خلیفہ، مصطفٰی بن عبداللہ، کشف الظنون عن الاسامی الکتب والفنون، ۱/ ۲۲۸، (وکالۃ المعارف استانبول، ۶۰۔۱۳۶۲ھ)۔

۲۵۔ ایضاً۔

۲۶۔ جرجی زیدان، *تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ*، ۳/ ۲۰۸، (دارالہلال القاہرہ، ۱۹۵۸ء)۔

۲۷۔ محمد بن علی الشوکانی، البدر الطالع بمحاسن من القرن السابع، ۱/ ۱۶۴، المطبعۃ السعادۃ، (القاہرہ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۴۸ھ)۔

۲۸۔ جرجی زیدان، بحوالہ سابقہ، ۳/ ۲۰۸۔

۲۹۔ محمد عبدالرزاق حمزہ، مقدمۃ الباعث الحثیث لاحمد محمد شاکر، ص ۱۷، دارالکتب العلمیۃ، (بیروت ۔لبنان، الطبعۃ الثانیہ، ۱۳۷۰ھ/1951ء)۔

۳۰۔ حاجی خلیفہ، بحوالہ سابقہ، ۱/ ۲۲۸۔

۳۱۔ السخاوی، شمس الدین، الاعلان بالتوبیخ لمن ذم اھل التاریخ، مترجمہ اردو: ڈاکٹر سید محمد یوسف، ص ۱۹۱، (مرکزی اردو بورڈ لاہور، طبع اول ۱۹۶۸ء)۔

۳۲۔ احمد الشرباصی، مقالہ ''ابن کثیر'' بحوالہ مجلۃ الحج، المجلد العاشر، العدد الثانی، ص ۱۰۴، (القاہرہ، شعبان، ۱۳۷۵ھ)۔

۳۳۔ ابوزھرہ المصری، محمد بن احمد بخاتم النبیین، ۱/۵۰۲، ۶۱۰، ۳/۷۵، دارالتراث، (بیروت، لبنان، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)۔

۳۴۔ ایضاً، ۳/۲۴۔

۳۵۔ H-Laoust.، بحوالہ سابقہ۔

۳۶۔ The New Encyclopaedia Britanica, Ibne Kathir ,Article:vol-v,15th Edition, (U.S.A, 1977),p.271.

۳۷۔ الدکتور، مقالہ، صلاح الدین المنجد: **المؤرخون الدمشقیون وآثارھم المخطوطۃ من القرن الثالث الھجری الی نھایۃ القرن العاشر**، بحوالہ مجلہ معھد المخطوطات العربیۃ، الجزء الاول، ص ۱۱۵، المجلد الثانی، (القاہرہ، شوال ۱۳۷۵ھ)۔

۳۸۔ مسعود الرحمٰن خان ندوی، ابن کثیر کمؤرخ، دراسۃ تحلیلیۃ لکتاب البدایۃ والنھایۃ، ص ۱۵۵، (علی گڑھ الھند، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۹۸۰ء)۔

۳۹۔ سید سلیمان ندوی، دیباچہ سیرۃ النبیؐ، شبلی نعمانی، طبع چہارم، جلد اول، صفحہ ر، (نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، ۱۹۸۵ء)۔

۴۰۔ ایضاً، سیرۃ النبیؐ، جلد سوم، حاشیہ، ص ۷۷۷۔

۴۱۔ Zakria Bashir, *Sunshine at Madina*, Introduction, the Islamic Foundation, (United Kingdon, 1990/ 1401 A-H),p.20.